

حُسَيْنِيَّة حَضْرَتْ غُفْرَانِ مَآبِ عَلَیْہِ السَّلَام

زبدۃ العلماء سید آغا مہدی اجتہادی لکھنوی، کراچی

میں سورج سے زیادہ چمکتا ہے۔ مدوح نے اپنی حیات کے آخری دور ۱۲۲ھ بعد نواب سعادت علی خان مرحوم شیعہ آبادی کی ایک لمبی چوڑی زمین پر اس امامباڑہ کو تعمیر کیا جو اب وکٹوریہ اسٹریٹ اور کیننگ اسٹریٹ وسط شہر کی دو بڑی سڑکوں کے بیچ میں واقع ہے

قدیم بزازہ کی سڑک سے گذر کر نئی ترکاری منڈی کی سڑک پر داہنی طرف زبدۃ العلماء معین المومنین مولانا سید علی نقی صاحب مرحوم کا امامباڑہ اور بائیں سمت آغا باقر



مرحوم کا امام باڑہ پڑتا ہے۔ یہ دونوں عزاخانے بھی عہد شاہی کی تعمیر اور تاریخی عمارتوں میں ہیں ادھر سے گذرتے ہوئے نالہ کے پل پر پہنچ کر امامباڑہ کے نکاس کا پھانک دکھائی دیتا ہے جو زیادہ بلند اور رنج نہیں ہے۔ عمارت کے حدود و باربعہ یہ ہیں: سمت مشرق مغرب میں شاہراہ عام۔ جنوب میں عبدالرحیم کنٹرکٹر کا کارخانہ چوب عمارتی اور شمال میں کنگ جارج ہسپتال (میڈیکل کالج) کا وائٹورکس ہے۔ آمد و رفت

بیا در این حسینیه کہ صنع کبریا بینی
کشادہ ہر طرف بابے باز علم مرتضیٰ بینی

(عزیز لکھنوی التوفیٰ ۱۹۳۵ء)

وطن مالوف لکھنؤ کی اس تاریخی عمارت پر میں نے

اپنے دورانِ ادارت
الواعظ دسمبر ۱۹۳۸ء
میں ۲۵۰ سطریں
نذر قرطاس کی تھیں
جو مدرسۃ الواعظین
لکھنؤ کے نشریات
میں محفوظ ہیں۔ اس
کے بعد دورانِ قیام
وطن کی آخری

تالیف تیرہویں صدی کا لکھنؤ، لکھتے وقت امامباڑہ پر مزید تبصرہ کیا۔ مگر یہ موخر الذکر تاثرات زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے کہ قارئین خطیب کی ضیافت طبع کے لئے آج پھر اس موضوع پر قلم اٹھاتا ہوں۔

”استاذ الکُل“، ”مجدد الشریعۃ“ اور ”محیی الملتۃ“،
آیۃ اللہ العظمیٰ فی العالمین مولانا سید ولد دار علی نصیر آبادی علیہ
الرحمۃ کے القاب تھے، غفران مآب جن کا خاندان شیعہ دنیا

کے ۳ دروازے ہیں جن میں مشرقی دروازہ محلہ دریا پور کی سمت ہے جس کے بعد تک اراضی امام باڑہ باقی ہے۔ ادھر سے حلقہ وزیر گنج کے لوگ عز خانہ میں داخل ہوتے ہیں۔ کالج کی سمت کا دروازہ آنے والوں کے استعمال میں نہیں ہے۔

اس عمارت کے ۳ درجے ہیں۔ پہلے میں سر تاسر شہ نشین ہے اور عہد قدیم کی چوٹی ضرتھیں، چوٹی چوٹے پر بلند کر کے اس ترکیب سے رکھی گئی ہیں کہ قبور علماء پر فاتحہ خوانی کرنے والے آسانی سے پہنچ سکیں۔ جناب سلطان العلماء رضوان مآب اور ملک العلماء سید بندہ حسین صاحب مغفرت مآب مجتہدین کی قبریں درجہ اول میں زیر ضرتھ ہیں۔ دوسرا درجہ جو وسطی ہے کافی وسیع اور پہلے درجہ سے چوڑا اور چکلا ہے۔ اس میں عہد غفران مآب کا بہت بڑا چوٹی منبر روبہ قبلہ نصب ہے۔ تیسرا درجہ یا باہر کا دالان عرض میں کچھ زیادہ نہیں ہے۔ صحیحیاں شرقاً و غرباً صرف وسطی درجہ میں ہیں اور سمت قبلہ کی صحیحی میں غفران مآب اور ان کے خلف اصغر سید العلماء علیہین مکان کے دو مزار نمایاں حیثیت سے حظیرہ چوٹی میں زیارت کرنے والوں کو دعوت فکر و نظر دیتے ہیں۔ قبر سید العلماء کا سنگ مزار اس قدر چوڑا اور بڑا ہے کہ پوری قبر ڈھکی ہوئی ہے اور ایسا پتھر لکھنؤ کے کسی فرماں روا کی قبر پر بھی نہیں ہے۔ اس جگہ یعنی غفران مآب کے پائین پا اصولاً ان کے بڑے صاحبزادے سلطان العلماء کی قبر ہونا چاہئے تھی مگر چونکہ سید العلماء نے بڑے بھائی کے سامنے اس دنیا سے ناپائیدار کو چھوڑا۔ اس لئے یہ نمایاں مقام سلطان

العلماء کے حکم سے ان کے چھوٹے بھائی کو ملا۔ دنیا ادب کے تابندہ ستارہ میاں مشیر مرحوم نے مجلس فاتحہ خوانی سید العلماء میں جو مرثیہ پڑھا اس کی ایک بیت سلطان العلماء کے تاثرات کی تصویر کشی کرتی ہے

آنسو رواں تھے غیرت الیاس کے لئے
شبیر یوں ہی روئے تھے عباس کے لئے
یہ پورا مرثیہ تقریباً ۳۳ بندوں کا میرے پاس
بجہ اب تک موجود ہے۔

مزار غفران مآب کی صحیحی کے سامنے درجہ اول کا جو برآمدہ ہے اس پر غفران مآب کا پشت نامہ اور سلسلہ روایت کا قلمی شجرہ تھا جو استرکاری کرنے کے ساتھ رفتہ رفتہ محو ہو گیا۔ دیوار کے اس رنگین کتبہ کے نقوش اب تک میری نظر میں ہیں۔ قوم میں کتنے علمی خزانے ایسے ہیں جو غفلت کا شکار ہو گئے۔ یہ شجرہ اجازات کی مدد سے اب بھی تیار ہو سکتا ہے۔ آج تمام امام باڑہ اور وسیع صحن قبروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور آتش مرحوم کا یہ شعر صحیح معلوم ہوتا ہے

نکلے پہلو میں ہراک نام کے ستر ستر
نہ ملی بعد فنا گور میں بھی جا خالی
امام باڑہ کی عمارت حضرت غفران مآب کے اخلاص اور ان کی مالی استطاعت پر بھی گواہ ہے۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ اس عز خانہ میں صرف ان کی جیب کا پیسہ صرف ہو اور مذہب نواز حکومت سے کوئی مدد نہ لی جائے۔ وہ اگر سلطنت وقت سے مدد لیتے تو جس فرماں روا نے صوبہ کے فقراء کو جاگیریں دے کر فلک بوس عز خانے تعمیر کر دیئے

اپنی اقلیت میں ویران رہنے سے دوسرے لوگوں کے زیر انتظام آئی اور اب ایک بہترین نقشہ اور خوشنما ترین صورت میں بڑی بلند حیثیت سے تعمیر جدید میں دور دور سے نظر آتی ہے اور مسجد سے متصل درسگاہ اطفال ہے جس میں بچوں کو تعلیم دین دی جاتی ہے۔ یہ مسجد شرق کی طرف ہے اور غربی مسجد جناب سلطان العلماء کی تعمیر کردہ ہے۔ جس پر انشاء اللہ پھر کبھی بحث کروں گا۔

شیعہ قوم کے رگ و پے میں روح دوڑانے والی عزاداری کی بنیاد اسی عز خانہ سے ہوئی۔ اولاد غفران مآب کے قومی و مذہبی خدمات کے سلسلہ میں مذہب و ملت کے لئے پریس کی ضرورت کا بھی احساس تھا اور اس امامباڑہ سے علوم و بینہ کی نشر و اشاعت بھی ہوئی۔ بانی مطبع کون تھا۔ لکھنؤ میں سخاوت حسین نامی دو بزرگ تھے۔ ایک دار و غم سید سخاوت حسین تاجر کتب باغ مکہ لکھنؤ۔ دوسرے مولانا سید سخاوت حسین صاحب مرحوم۔ آپ خاندان اجتہاد میں سب سے بزرگ اور سن رسیدہ تھے۔ آپ ہی کے دو صاحبزادے مولانا سید کاظم حسین اور مولانا سید وجاہت حسین ناظم منطق و خطابت کے مہر و ماہ تھے جن کے تلامذہ لکھنؤ سے کراچی تک آسمان کے تاروں کی طرح چھٹکے ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے امام باڑہ میں ”مطبع کنز العلوم“ قائم کیا۔ جس سے مغالطہ عامۃ الورد اور دوسرے موضوعات پر کتابیں نشر ہوئیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پریس باقی رہا یا دوسرا پریس کھلا۔ جس سے خلاق معانی منشی سید اسماعیل حسین میسر شکوہ آبادی کی معرکہ آرا مثنوی طبع ہوئی جو اردو ادب اور

اس کے لئے خود راجدھانی میں ایک امامباڑہ کا بنادینا دشوار نہ تھا۔ یہی وجہ ہے عمارت میں نہ وہ اعلیٰ مصالحہ دیا گیا ہے جو شاہی عمارتوں میں استعمال ہوتا تھا نہ سنگِ جراثیم کی آمیزش والا چمک دار اور مضبوط پلاسٹر ہے جو ہم وزیر باغ کے امام باڑہ مغل صاحبہ میں دیکھتے ہیں۔ نہ قالب دار چھت ہے ظاہر داری اور انجینئری کے کمال کا کوئی نمونہ نہیں۔ لکھنوی اینٹوں کی معمولی دیواریں غیر عریض آثار معمولی سقف اور چھت میں لکڑی کے لٹھے جن پر دھنیاں کھلے ہوئے در، یہ ہے امامباڑہ غفران مآب۔ صحن کے حصہ میں گردا گرد عمارت تھی جس کو طلبہ علم کے لئے بنوایا تھا۔ بعض حجرے اب بھی باقی ہیں اور مشرقی حصہ صحن پر کچھ کچے مکانات بن گئے ہیں جن پر غیر قابض ہیں اور کچھ علم نہیں کہ کب امامباڑہ کے قبضہ سے یہ حصہ نکلا۔ عہد نوابی ختم ہونے پر شاہی دور شروع ہوا پھر ہوائے انقلاب نے انگریزوں کی حکومت قائم کی۔ اور اب امامباڑہ چوتھے کانگریسی زمانہ حکومت میں اپنی عمر کی دوسری صدی ختم کر رہا ہے۔

مشرقی دروازہ سے گزرنے پر جس کو قدیم خسرہ میں دریائی ٹولہ کا لقب حاصل ہے اور جس سمت سے کیننگ اسٹریٹ شروع ہوتی ہے درمیان میں ایک مختصر چھوٹی مسجد تھی جس کے گرد و پیش میں ۴۰ سال قبل کنگھی والے سینک کی چھوٹی بڑی کنگھیاں بناتے اور فروخت کرتے تھے۔ یہ مسجد بھی حدود امام باڑہ کا جزء تھی اور صحبت جناب قدوة العلماء کے بعض اصحاب نے اپنی ذاتی تحقیق سے بتایا کہ اولاد غفران مآب میں کسی خاتون کے پیسہ سے تعمیر ہوئی تھی اور

ہے۔ اکابر خاندان نے ان کو اپنے خصوصی اختیارات میں
صحیحی میں جگہ دی۔ تاریخ ملاحظہ ہو۔

استر آباد اورا بود وطن
اے دئے بہ ذیقعدہ برفت از عالم
شد دفن قریب قبر دلداری علی
ملا مہدی بیافہ قصر ارم
۹ ۵ ۲ ۱ ھ

یہ وہ قبر ہے جس پر علماء فاتحہ پڑھنے کی کوشش
کرتے تھے اور لوح مزار صاف کرتے ہوئے کہتے تھے۔
ایسا بلند مرتبہ عالم اب تک عراق سے ہند نہیں آیا۔

(تذکرہ بے بہا ۳۲۸)

پورب اور پچھم کے حجرے تقریباً سو سال تک باقی
رہے جن میں طالبان علم اور اہل فضل آباد تھے۔ اس سلسلہ
میں مولانا سید علی نقی داعی پوری پروفیسر کیننگ کالج کا نام
نامی بہت نمایاں ہے جن کی ۱۳۰۵ھ کے بعد وفات ہوئی وہ
مدت دراز تک قیام فرما رہے۔ (دیکھو تذکرہ بے بہا ۲۳۳)
شعراء کی زبانوں پر ہر دور میں امام باڑہ کی
عظمت کا تذکرہ رہا۔ عزیز لکھنوی کا شعر سرنامہ سخن میں آپ
نے پڑھا۔

مداح آل محمد مرزا کاظم حسین محشر المتوفی ۱۳۶۱ھ

وہ حسینہ کہ جو ہے قصر فردوس بریں
مدفنِ غفران مآب و مرکزِ ارباب دیں
منہدم ہونے کو ہے اے قوم شیعہ ہوشیار
تجھ سے فریادی ہے اک اک ذرہ خاک مزار

فضائل آل رسولؐ کا ۲۲۵ شعروں میں ایک یادگار مجموعہ
ہے۔ مدح ائمہ طاہرین میں ایسی کتاب آج تک شائع نہیں
ہوئی۔ حضرت امید لکھنوی کی اس پر تقریظ بھی ہے جو احفاد
غفران مآب علیہ الرحمہ کے مسلم الثبوت شاعر اور ہم عصر انیس
ودیر تھے۔ پریس میں شیخ احسان علی تھے جن کی ادبیت خود
ایک مستقل موضوع ہے۔ مثنوی ۱۲۹۱ھ میں چھپی۔

جنوری ۱۸۷۴ء میں امام باڑہ سے فدا علی عیش
نے اخبار ”آثار الامصار“ جاری کیا جو ہر پنجشنبہ کو چھپتا تھا اور
جولائی سے اسی سال ”اصح الاخبار“ جاری ہوا ممکن ہے کہ اس
کے نمبر کسی قدیم لائبریری میں ہوں۔ رسالہ نیا دور بابت
دسمبر ۱۹۵۹ء میں ہر دو جرائد کا ذکر دیکھو۔ ”شیعہ کانفرنس“
اور ”محاذ حسینی“ کا آغاز جس میں ۲۶ اگست ۱۹۳۹ء ایک سو
باون دنوں تک کانگریسی حکومت کے خلاف قوم میں
گرفتاریاں رہیں اسی امام باڑہ سے شروع ہوا۔ شام غریباں
کی مجلس قوم میں اسی امام باڑہ کی مستحکم بنیاد ہے۔

اس حسینہ کی مقدس زمین میں لاتعداد ارباب
کمال، ادباء، حکماء، شعراء، مومنین اور مجتہدین سپرد خاک
ہیں۔ غفران مآب اور ان کی اولاد اور تلامذہ کی مقدس روحیں
جو رابطہ رکھتی ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ بعض علماء عراق
نے بھی جذب کمال میں اس زمین کو اپنی خواب گاہ بنایا اور
جو ائمہ طاہرینؑ کے دو پیکر علم و عمل یہاں دفن ہوئے اور
وَمَا تَذَرِي نَفْسٍ بَأَىٰ أَرْضٍ تَمُوتُ کی صدا صحیح ثابت
ہوئی۔ ملا مرزا امین خراسانی اور ملا محمد مہدی ابن محمد شفیع
استرآبادی مازندرانی۔ موخر الذکر کی شخصیت مستغنی عن المدح

پروفیسر مہدی حسین ایم۔ اے۔ ناصری المتوفی

۱۳۴۹ھ

نے بھی ایک طویل نظم میں امام باڑہ میں اپنے تاثرات ظاہر کئے ہیں۔

حسینیہ غفران مآب کی تولیت

لکھنؤ کی تازہ اطلاعات سے اس کی تصدیق ہو گئی ہے کہ مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ جانشین عمدۃ العلماء کو مرحوم کی جگہ شیعہ وقف بورڈ یو۔ پی۔ نے امام باڑہ غفران مآب کا متولی تسلیم کر لیا ہے۔

(ماخوذ از غفران مآب نمبر، ماہنامہ مبلغ لکھنؤ، رجب ۱۳۴۹ھ)
نوٹ: صفوة العلماء حجة الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب عابد صاحب رحمت مآب (متوفی ۱۳ رجب ۱۹۹۶ء مطابق شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ) کی رحلت کے بعد سے قائد ملت مدظلہ الشریف حسینیہ حضرت غفران مآب کے متولی ہیں۔



جب تک اس دہر میں نام شہ ناشادر ہے
یا الہی یہ عز خانہ بھی آباد رہے
علامہ مفتی میر محمد عباس شوشتری المتوفی ۱۳۰۶ھ
ایں خواب گاہ مجتہد العصر والزمان
سید محمد است و حسین است وہم حسین
این جاہزار مرتبہ مجلس بنا شدہ
از قصر ہائے اشک فتادہ دُر عدن
ہر صفہ در واق وے دہر حظیرہ اش
پاکیزہ منزل برکاتست بے سخن
در ہر مقام وے کہ ستونے ستادہ است
سرویت از حدیقہ و شمعیست در لگن
لسان القوم حضرت صفی لکھنوی المتوفی ۱۹۵۰ء

ضروری اعلان

مجلہ مؤسسہ نور ہدایت الموسوم بہ ماہنامہ ”شعاع عمل“

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ

محرم الحرام ۱۴۲۵ھ سے جاری ہے۔

زر سالانہ 200۔

شائقین کرام ادارہ سے جلد ہی رابطہ قائم کریں

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ۔ ۳

فون: 09335276180_2252230 موبائل: 0522